سراج الامّت

امام ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ

(مولانا قاری احمد پیلی بھیتی)

تعارف:

مولانا حکیم قاری احمد پیلی بھیتی مرحوم کا تعلق برصغیر پاک و ہند کے معروف روحانی خانوادے سے تھا۔ آپ محدثِ اعظم حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی حنفی الحنفی علیہ رحمۃ کے پوتے اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفۂ ارشد سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد قادری پیلی بھیتی کے صاحبزادے تھے۔ ۱۳۵۰ھ میں گولڑہ شریف حاضر ہو کر آپ نے اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ مجدد گولڑوی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ گولڑہ شریف میں قیام کے دوران آپ کے اساتذہ میں مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا محمد غازی اور قاری غلام محمد گولڑوی شامل تھے۔ مولانا حکیم قاری احمد پیلی بھیتی کے بزرگوں میں ماضی قریب میں معروف مجددی بزرگ حضرت شاہ فضل رحمان گنج مراد آبادی علیہ الرحمہ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ حضرت مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمۃ، تحریکِ خلافت کے رہنما مولانا نثار احمد کانپوری، امام معقولات مولانا مشتاق احمد کانپوری، خلیفۂ فاضل بریلوی مولانا محمد شفیع بیسل پوری، مولانا شاہ عبدالکریم گنج مراد آبادی اور پیر طریقت حضرت شاہ مانا میاں قادری چشتی پیلی بھیتی کا شمار بھی ہوتا ہے۔ مولانا حکیم قاری احمد پیلی بھیتی اگرچہ باعتبار پیشہ طبیب تھے لیکن آپ تمام عمر قرطاس وقلم سے وابستہ رہے۔ تحریکِ پاکستان کے دوران آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے اہم خدمات انجام دیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی میں رہائش اختیار کی اور مولانا عبدالحامد بدایونی کی سربراہی میں جمعیت علماء پاکستان صوبہ سندھ کے نائب صدر کے عہدہ پر فائز رہے۔ اپنے مرشد مجددؒ گولڑوی علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ۱۹۵۳ء میں قادیانی فتنہ کے ارتداد کی تحریک میں حصہ لیا اور جزوی نظر بندی عمل میں آئی۔ مولانا حکیم قاری احمد نے ۲۵ سے زائد کتب تصنیف کیں جن میں

پانچ جلدوں پر مشتمل ''تاریخ مسلمانانِ عالم'' اور ''لغاتِ فرقان'' کے عنوان سے قرآنِ حکیم کی لغت بھی شامل ہے۔ آپ ۲۵ سال سے زائد کراچی سے شائع ہونے والے ایک رسالہ ماہنامہ ''پیامِ حق'' کے مدیرِ اعلیٰ رہے اور اس حیثیت میں آپ نے تفسیر، فقہ، حدیث اور تاریخ رجال کے حوالے سے سینکڑوں مضامین قلمبند کیے۔ آپ کا ایک مضمون ۳۵ سال قبل حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی سوانح میں ''سراج الامت'' کے عنوان سے ''پیامِ حق'' میں دو قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ ہم یہی مضمون مکمل صورت میں ''فقہ اسلامی'' کے قارئین کی نذر کر رہے ہیں تاکہ ہمارے علماء کی علمی خدمات اجاگر ہو سکیں۔ مولانا حکیم قاری احمد پیلی بھیتی کا سال ولادت ۱۹۱۱ء ہے جبکہ آپ کا وصال ۱۴ مئی ۱۹۷۶ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم کے بڑے صاحبزادے خواجہ رضی حیدر علمی و ادبی حلقوں میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں اور شہر کراچی کی جانی پہچانی علمی و ادبی شخصیات میں شمار ہوتا ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ عمدہ نثر لکھتے اور خوبصورت اشعار کا ملکہ رکھتے ہیں۔ تذکرہ محدث سورتی ان کی دینی حوالہ سے لکھی جانے والی کتب میں منفرد اور اہم کتاب ہے۔ زیر نظر مضمون مجلہ فقہ اسلامی کو اشاعت کے لئے عنایت کرنے پر ہم ان کے تہہ دل سے ممنون ہیں۔

آپ کا نام نعمان، ابو حنیفہ کنیت اور امامِ اعظم لقب ہے، والد کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطی تھا۔

آپ کے دادا ''زوطی'' ملک فارس کے رہنے والے اور مذہباً پارسی تھے، اسلام جو بڑی سرعت کے ساتھ پھیلتا جا رہا تھا، ملک فارس پر بھی اثر انداز ہوا، بہت سے خاندان اسلام کی برکتوں سے مستفیض ہوئے۔ زوطی جو بڑی گہری نظروں سے اسلام کا مطالعہ کر رہے تھے مسلمان ہو گئے۔ اسلام لانے کے بعد خاندان کے کچھ افراد نے آپ کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا۔ آخر آپ ترکِ وطن کے خیال سے ۳۷ھ میں اپنی بیوی اور نقد سرمایہ کے ساتھ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں بہت سے اسلامی شہروں سے گزرے اور اسلام اور خلفائے اسلام کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ کرتے رہے۔

کوفہ پہنچ کر اسلام کی عظمت و جلالت کا پورا نقشہ سامنے آ گیا کیونکہ جناب علی رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اور کوفہ کو دارالخلافہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔

خلافِ اولیٰ وہ کام ہے کہ جس کے کرنے میں قباحت کا ذکر ہو (اصول فقہ)

زوطی نے فیصلہ کرلیا کہ ہم کو یہیں رہنا ہے۔ آخر مستقل سکونت اختیار کرلی۔ گزر اوقات کے لئے کپڑے کی تجارت کا سلسلہ شروع کردیا۔

زوطی کبھی کبھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں حاضر ہوتے، اور خلوص عقیدت کے ساتھ آداب بجالاتے۔ ایک مرتبہ ''نوروز'' کے دن، جو پارسیوں کی عید کا دن ہے۔ زوطی کچھ فالودہ نذر کے لئے جناب علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہے؟ کہنے لگے۔ ''نوروز کا فالودہ'' ہے۔ حضرت علی نے ارشاد فرمایا: ''نوروزُنا کُلُّ یَوْمٍ'' ''ہمارے یہاں ہر روز نوروز ہے۔''

۴۰ھ کے اوائل میں زوطی کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام باپ نے ثابت رکھا اور پھر بچے کو حصولِ برکت کے لئے جناب علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت علی نے دستِ شفقت اور دعائے خیر کے ساتھ رخصت کیا۔

ثابت کا بچپن اپنے باپ کی گود میں گزرا۔ مگر عنفوانِ شباب میں سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ تجارت کا سلسلہ باپ سے ورثہ میں ملا تھا۔ زندگی آرام سے گزرتی رہی۔ کب شادی کی؟ اور کس خاندان میں کی؟ تاریخ اس سلسلہ میں خاموش ہے۔ البتہ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ چالیس سال کی عمر میں خدا نے ثابت کو ایک فرزند عطا کیا والدین نے نعمان نام رکھا، آگے چل کر اس بچہ نے ابوحنیفہ کی کنیت اختیار کی، اور امام اعظم کے لقب سے پکارا گیا۔ یہ ۸۰ھ کا واقعہ ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ عبدالملک ابن مروان خلیفہ تھے اور حجاج ابن یوسف عراق کے گورنر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے تشریف لے گئے ہوئے اگرچہ ۷۰ سال کے قریب ہو چکے تھے مگر پھر بھی ملک میں حسب ذیل صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حیات تھے۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ، خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۹۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت سہیل ابن سعد انصاری رضی اللہ عنہ۔ ۹۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوطفیل عامر واثلہ رضی اللہ عنہ۔ ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دو صحابیوں سے ملاقات کی، اور اُن کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔ ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دوسرے ابوطفیل عامر رضی اللہ عنہ۔

اس موقعہ پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ امام صاحب کی کنیت جو نام سے زیادہ مشہور ہے حقیقی کنیت نہیں ہے بلکہ وصفی معنی کے اعتبار سے ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کر کے فرمایا ہے: "فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا ط" یعنی ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی پیروی کرو جو اللہ کے راستہ پر چلتے تھے۔" امام صاحب نے اسی نسبت سے اپنے لئے ابوحنیفہ کنیت اختیار کی۔

امام ابوحنیفہ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی، جب کچھ ہوشیار ہوئے تو والد کے ساتھ دکان پر بیٹھنے لگے ابھی سولہ سال کی عمر تھی کہ والد کا انتقال ہوگیا، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تمام کاروبار خود ہی سنبھالنے لگے۔ طبیعت کے بہت ذہین اور محنتی تھے اس لئے بہت جلد کاروبار میں نمایاں ترقی کر لی۔ دکان کے ساتھ ایک کپڑے کا کارخانہ بھی قائم کرلیا اور زندگی بڑے آرام سے گزرنے لگی۔

امام صاحب کی والدہ بہت دن تک زندہ رہیں۔ بہت عابدہ اور علماء کی طرف سے بہت خوش عقیدہ تھیں۔ اکثر علماء کے وعظ پردے میں بیٹھ کر سنتی تھیں۔ اس لئے اسلامی معلومات بھی بہت اچھی تھیں۔ امام صاحب کا فطری رجحان بھی علم کی طرف تھا۔ مگر ماں کی مذہب دوستی نے اس رجحان کو اور بھی تیز کر دیا۔

۸۶ھ میں خلیفہ عبدالملک کا انتقال ہوا، تو ان کے فرزند ولید تخت پر بیٹھے۔ مگر حجاج کی گورنری بدستور چلتی رہی۔ آخر ۹۵ھ میں حجاج بھی رخصت ہو گئے اور ۹۶ھ میں ولید نے بھی انتقال کیا اور ملک کی خوش قسمتی سے ایک نیا دور شروع ہوا۔ یعنی سلیمان ابن عبدالملک مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ سلیمان بہت علم دوست اور نیک دل خلیفہ تھے۔

تخت خلافت پر بیٹھتے ہی تمام ملک میں امن و امان کو بحال کرنے اور درس و تدریس کے سلسلہ کو بڑھانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی سلیمان نے اسلامی دنیا پر ایک اور بھی احسان کیا کہ عمر ابن عبدالعزیز کو اپنا مشیر خاص مقرر کیا، سلیمان کی زندگی نے زیادہ وفا نہیں کی اور ۹۹ھ میں عمر ابن عبدالعزیز کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کی وصیت کر کے اس جہاں سے رخصت ہو گئے۔

عمر ابن عبدالعزیز نے مروانی حکومت کا رنگ بدل دیا اور تمام ملک میں عدل و انصاف اور علم و عمل کی ایک نئی روح پھونک دی، خاندان بنوامیہ کے بہت سے عیش پسند شہزادوں کی جاگیریں

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

ضبط کرلیں اور تمام ملک میں ظالم حکام کو معزول کر کے ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو مقرر کیا۔

سب سے زیادہ یہ کہ علوم مذہبی کو وہ رونق بخشی، کہ گھر گھر علم کے چرچے ہونے لگے۔

امام ابوحنیفہ کو ولید اور حجاج کے زمانے تک تحصیلِ علم کا کوئی خیال نہیں ہوا۔ البتہ عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ میں یہ دبا ہوا شوق اُبھرا اور جب کہ آپ کسی کام کو جا رہے تھے، راستہ میں کوفہ کے مشہور عالم اور قاضی علامہ شعبی سے ملاقات ہوگئی۔ پوچھا، میاں صاحبزادے! کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے ''فلاں سوداگر کے پاس جا رہا ہوں۔'' علامہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ بھائی! میرا پوچھنے سے مطلب یہ تھا، کہ تم کس سے پڑھتے ہو؟ ابوحنیفہ نے بڑے افسوس کے ساتھ جواب دیا، کہ میں کسی سے نہیں پڑھتا ہوں۔ علامہ شعبی نے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا: ''مجھ کو تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں، تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔'' اس نصیحت نے امام ابوحنیفہ کے دل پر بڑا گہرا اثر کیا۔ گھر آئے اور والدہ سے تمام ماجرا بیان کیا، اور تحصیلِ علم کے لئے کسی مدرسہ میں جانے کی اجازت مانگی۔ والدہ پہلے ہی سے علم اور اہلِ علم کی دلدادہ تھیں، اس خیال کو سن کر بہت خوش ہوئیں اور اجازت دے دی۔

امام صاحب جو ابتدائی مذہبی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کر چکے تھے، استاد کی تلاش کرنے لگے تاکہ حدیث وفقہ کا علم حاصل کیا جائے۔

اس زمانے میں جناب حماد کوفہ کے مشہور عالم اور استادِ وقت تھے، بہت خوشحال تھے اور حدیث وفقہ سے گہری دلچسپی رکھتے تھے، گھر پر ایک مدرسہ کھول رکھا تھا، جو کوفہ کا سب سے بڑا اور مشہور مدرسہ سمجھا جاتا تھا۔ حضرت حماد بڑی پابندی اور دلجمعی سے مدرسہ میں بیٹھتے اور تشنہ لبانِ علوم کو درس دیتے تھے۔

امام ابوحنیفہ نے شاگردی کیلئے حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ ہی کا انتخاب کیا۔ خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ استاد نے اجازت دے دی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ درس میں بڑے انہاک اور پابندی سے بیٹھنے لگے۔ قابل استاد نے چند ہی دن کے بعد معلوم کرلیا کہ تمام حلقۂ درس میں ابوحنیفہ کے حافظہ اور ذہانت کا کوئی شخص نہیں ہے۔ لہٰذا حکم ہوا کہ ابوحنیفہ سب سے آگے بیٹھا کریں۔

☆فرض وہ فعل ہے جسے کرنے کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہو اور جسے جان بوجھ کر ترک کرنا سخت گناہ ہے ☆

امام ابوحنیفہ کامل دو برس تک جناب حماد کے حلقۂ درس میں شریک رہے اور پوری توجہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

اس مختصر سے زمانہ میں امام صاحب نے اپنی غیر معمولی ذہانت طبع کے باعث تمام حلقۂ درس میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا اور استاد کی توجہ کا مرکز بن گئے۔

خود امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے استاد جناب حماد کو دو ماہ کے لئے بصرہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اور مجھ کو اپنا جاں نشین بنا گئے۔ اس عرصہ میں طلباء کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں نے مسائل دریافت کئے، جن میں کچھ ایسے بھی مسائل تھے جن کے متعلق استاد سے کبھی کچھ نہیں سنا تھا۔ مگر میں اپنی سمجھ سے جواب دیتا رہا اور ساتھ ہی ایک یادداشت بھی لکھتا رہا۔ دو ماہ بعد جب استاد بصرہ سے واپس آئے تو میں نے وہ کاغذ ان کے سامنے پیش کیا۔ کل ۶۰ مسئلے تھے ان میں سے ۲۰ میں غلطیاں نکالیں اور باقی کے متعلق فرمایا۔ تمہارے جوابات ٹھیک ہیں۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ میں علیحدہ درس و تدریس کا سلسلہ قائم کروں۔ اول تو استاد کا ادب مانع تھا، دوسرے اس واقعہ کے بعد بالکل ہی خیال بدل گیا اور عہد کر لیا کہ جب تک استاد زندہ ہیں، ان کی شاگردی کے تعلق کو نہ چھوڑوں گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کی تعلیم کے ساتھ حدیث پڑھنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسائل فقہ کی مجتہدانہ تحقیق حدیث کی تکمیل کے بغیر ناممکن ہے۔

جناب حماد کا حلقہ درس فقہ میں تو امام صاحب کے لئے کافی تھا، مگر حدیث میں وہ سیراب نہیں ہو سکتے تھے، اس لئے ان کو کوفہ کے محدثین کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں۔ اور کوئی محدث ایسا نہیں تھا جس کو دو چار سو سے زیادہ حدیثیں یاد ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ امام ابوحنیفہ کو کوفہ کے بہت سے محدثین سے استفادہ کرنا پڑا۔

تمام ممالک اسلامیہ میں حدیث کا درس بڑے زور شور سے جاری تھا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں صحابہ ہر جگہ پہنچ چکے تھے اور ان کی وجہ سے حدیث کا ایک عظیم الشان سلسلہ قائم ہو گیا تھا۔ مگر کوفہ اور بصرہ کو خاص اہمیت حاصل تھی۔

کوفہ کے جن محدثین سے امام ابوحنیفہ نے علم حدیث حاصل کیا۔ ان میں امام شعبی، سلمہ

☆لا ثواب الا بالنیۃ ☆ ثواب کا دارو مدار نیت پر ہے ☆ (فقہی ضابطہ)

ابن کہیل، محارب ابن دثار، ابواسحاق سبیعی، عون ابن عبداللہ، سماک ابن حرب، ابراہیم ابن محمد، عدی ابن ثابت اور موسیٰ ابن ابی عائشہ کے نام بہت مشہور ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی علمی زندگی میں امام شعبی کو بہت اہمیت حاصل ہے کیوں کہ یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے اپنے ایک ناصحانہ جملہ سے ابوحنیفہ کے دل میں علم کا شوق پیدا کر دیا تھا۔

امام شعبی کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے پانچ سو (۵۰۰) صحابیوں کو دیکھا تھا اور ان سے حدیث سنی تھی، امام شعبی بہت زمانے تک کوفہ میں منصب قضاء پر مامور رہے۔ خلفاء اور تمام اراکینِ حکومت بے حد احترام کرتے تھے آپ نے ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

کوفہ کے بعد امام ابوحنیفہ بصرہ تشریف لے گئے۔ اور جناب قتادہ اور حضرت شعبہ کے درس میں شامل ہوئے اور ان کے فیضِ صحبت سے بہت بڑا فائدہ اُٹھایا۔ حضرت قتادہ بصرہ کے مشہور محدث اور تابعی تھے اور خادم رسول اللہ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی شاگردی کا فخر رکھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں حضرت قتادہ کو جو شہرت اور عظمت حاصل تھی، اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ حدیث کو اس طرح بیان کرتے تھے کہ الفاظ و معانی میں کوئی فرق نہیں ہونے پاتا تھا۔

حضرت شعبہ بھی بڑے رتبہ کے محدث تھے۔ دو ہزار سے زائد حدیثیں زبانی یاد تھیں، سفیان ثوری فن حدیث میں ان کو امیر المؤمنین کہا کرتے تھے۔ امام شافعی بھی اپنے زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر عراق میں "شعبہ" نہ ہوتے تو حدیث کا رواج نہ ہوتا۔ آپ نے ۱۰۶ھ میں انتقال فرمایا۔

یہ دونوں حضرات امام ابوحنیفہ کی ذہانت اور فہم و فراست کی اکثر تعریف کیا کرتے تھے۔ جناب شعبہ نے ایک مرتبہ یہاں تک فرما دیا کہ "میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہ دو چیزیں نہیں ہیں۔

بصرہ کے محدثین میں ان دونوں حضرات کے علاوہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استادوں میں عبدالکریم ابن امیہ اور عاصم ابن سلیمان کے نام بھی پائے جاتے ہیں۔

کوفہ اور بصرہ سے فارغ ہو کر امام ابوحنیفہ کی نظریں حرمین کی طرف اٹھنے لگیں جو علوم مذہبی کے اصلی مرکز تھے۔

☆الامور بمقاصدھا اعمال کے احکام ان کے مقاصد کے مطابق ہوتے ہیں ☆(فقہی ضابطہ)

تاریخوں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپ کس سنہ میں مکہ معظّمہ کے لئے روانہ ہوئے؟ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر کے وقت عمر ۲۴ برس کے لگ بھگ تھی۔

امام ابوحنیفہ جب مکہ معظّمہ پہنچے تو درس و تدریس کا بہت زور تھا۔ بہت سے اساتذہ جوفن حدیث میں کمال رکھتے تھے اور صحابہ کرام کی صحبت سے مستفیض ہو چکے تھے، اپنی اپنی درسگاہوں میں مشغولِ درس تھے۔

مگر ان سب میں حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا حلقۂ درس بہت وسیع اور مشہور تھا، جناب عطاء کو یہ عظمت اور شہرت حاصل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہ چکے تھے، اور اُن کے فیضِ صحبت نے انہیں درجۂ اجتہاد پر فائز کر دیا تھا، خود جناب عطاء کا بیان ہے کہ میں ۲۰۰ ایسے حضرات سے ملا ہوں، جن کو رسولِ اکرم کی صحبت کا شرف حاصل تھا، ان حضرات میں یہ چند خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن زبیر، اسامہ ابن زید، حضرت جابر ابن عبداللہ، حضرت زید ابن ارقم، حضرت ابو درداء اور حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

امام صاحب نے مکہ کی تمام درس گاہوں کو دیکھا مگر ان کا دل کسی طرف نہیں کھنچا۔ وہ سیدھے جناب عطاء کی درسگاہ میں پہنچے، اور درس میں بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ جناب عطاء نے نام پوچھا اور پھر عقیدہ پوچھا۔ فرمانے لگے "بزرگوں کو برا نہیں کہتا ہوں، گنہگار کو کافر نہیں سمجھتا ہوں اور قضاء و قدر کا قائل ہوں۔" جناب عطاء نے بڑے غور سے جواب کو سنا، اور پھر فرمایا۔ "اچھا درس میں شامل ہو سکتے ہو۔"

چند روز میں امام صاحب کی ذہانت اور قابلیت کے جوہر کھلنے لگے اور استاد کی نظر میں ان کا وقار بڑھنے لگا۔ جناب عطاء نے ۱۱۵ھ میں انتقال فرمایا۔ امام صاحب اس عرصے میں جب بھی مکہ جاتے، ان سے ضرور ملاقات کرتے۔

امام ابوحنیفہ نے حضرت عطاء کے علاوہ مکہ میں اور بھی حضرات سے حدیث کی سند حاصل کی۔ ان میں حضرت عکرمہ کا نام بہت نمایاں ہے، جناب عکرمہ کو حضرت عبداللہ ابن عباس، جناب علی، حضرت ابو ہریرہ، عبداللہ ابن عمر، جناب جابر، اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہم کی شاگردی کا

☆ الیقین لا یزول بالشک ☆ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا ☆ (فقہی ضابطہ)

شرف حاصل تھا۔

مکہ معظمہ سے فارغ ہو کر امام ابوحنیفہ مدینہ طیبہ گئے اور جناب رسالت مآب کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا اس کے بعد وہاں کے علماء سے ملاقات کی۔

سب سے پہلے آپ جناب امام باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت امام باقر نے نام سنا، تو فرمایا۔ ''کیا تم وہی ابوحنیفہ ہو، جو ہمارے دادا کی حدیثوں سے اپنے قیاس کی بناء پر مخالفت کرتے ہو؟'' آپ نے کہا، حضرت! میرے متعلق یہ بات غلط مشہور کی گئی ہے، اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں۔ فرمایا کہو:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا۔ عورت مرد کے مقابلہ میں کمزور ہے، اگر میں قیاس سے کام لیتا، تو کہتا، کہ وراثت میں عورت کو زیادہ ملنا چاہئے۔ مگر میں ایسا نہیں کہتا ہوں بلکہ یہی فتویٰ دیتا ہوں کہ مرد کو دگنا ملنا چاہئے۔

اسی طرح نماز روزہ سے افضل ہے، اگر قیاس لگاتا تو کہتا کہ حائضہ عورت پر نماز کی قضا واجب ہے حالانکہ میں روزہ کی قضاء کا فتویٰ دیتا ہوں۔

جناب امام باقر اس تقریر سے بہت خوش ہوئے اور اُٹھ کر امام ابوحنیفہ کی پیشانی کو چوم لیا۔

امام ابوحنیفہ بہت عرصہ تک مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اور برابر امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ فقہ اور حدیث کے متعلق بہت سی ایسی باتیں آپ کو ان کی صحبت سے حاصل ہوئیں جواب تک معلوم نہیں تھیں۔

جناب امام باقر رضی اللہ عنہ نے ۷/ ذی الحجہ ۱۱۴ھ میں انتقال فرمایا۔ حضرت امام باقر کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق سے بھی امام ابوحنیفہ کو گہری عقیدت تھی۔ اکثر اُن کی مجالس میں اکتسابِ علم کی نیت سے حاضری دیتے۔ اہل بیت کے متعلق امام صاحب کا خیال تھا کہ حدیث وفقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلِ بیت کے گھر سے نکلے ہیں۔

''صَاحِبُ الْبَیْتِ اَدْرٰی بِمَا فِیْهِ''

امام ابوحنیفہ جب بھی کوفہ سے حرمین تشریف لے جاتے تو مہینوں وہاں قیام فرماتے۔ ائمہ اہلِ بیت اور مقامی علماء کے علاوہ حج کے زمانہ میں تمام اسلامی دنیا سے آئے ہوئے بڑے

بڑے اہلِ علم جو مکہ اور مدینہ میں جمع ہوتے۔ امام صاحب کو ان سے بھی مستفید ہونے کا موقع ملتا اگرچہ اب امام صاحب کو تحصیل علم کی کوئی حاجت باقی نہیں تھی مگر شوقِ علم کا یہ عالم تھا کہ اخیر زندگی تک حصولِ علم کے خیال کو دل سے نہیں نکالا۔

امام ابوحنیفہ نے کوفہ میں کوئی اپنی علیحدہ درسگاہ قائم نہیں کی، بلکہ اپنے استاذ کی درس گاہ میں انہیں کے ہمراہ بیٹھتے رہے۔ ۱۲۰ھ میں جب آپ کے استاذ حضرت حماد کا انتقال ہوا تو اہلِ کوفہ نے استاذ کی جانشینی کے لئے تمام شاگردوں میں امام ابوحنیفہ کا انتخاب کیا اور درخواست کی کہ مسندِ درس کو مشرف فرمائیں۔

امام صاجب نے ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے کچھ اصرار کے ساتھ یہ درخواست قبول کر لی اور بڑے استقلال کے ساتھ درس دینے لگے۔ تھوڑے ہی دنوں میں امام ابوحنیفہ کی قابلیت نے تمام اسلامی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ دور دور سے طلبہ ان کی درسگاہ میں آنے لگے اور شاگردی کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

محرم ۱۴۶ھ میں تیسرے عباسی خلیفہ منصور اپنے ایک حریف ابراہیم کو شکست دے کر جب بغداد پہنچے تو کچھ لوگوں نے منصور کو بتایا کہ امام ابوحنیفہ ابراہیم کے طرفدار ہیں۔ منصور آپے سے باہر ہو گئے اور امام صاحب کو پیغام بھیجا کہ فوراً بغداد آئیں۔ امام صاحب صفر ۱۴۶ھ میں بغداد آئے اور منصور کے دربار میں پہنچے، منصور کا خیال تھا کہ امام صاحب کو قتل کر دیا جائے، مگر ربیع نے جو بہت مقرب درباری تھا منصور کو اس اقدام سے روک دیا۔

آخر منصور نے امام صاحب سے کہا کہ میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ عہدۂ قضاء آپ کو دیا جائے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عہدۂ قضاء قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

منصور نے قسم کھائی کہ تم کو ایسا کرنا ہی پڑے گا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب منصور کی طرف سے زیادہ جبر کیا گیا تو امام صاحب نے قبول کر لیا۔ دارالقضاء میں بیٹھے اور پہلے دن ایک قرض کا مقدمہ پیش ہوا، ثبوت کے گواہ موجود نہیں تھے۔ اس لئے مدعا علیہ سے قسم کھانے کو کہا گیا، مدعا علیہ تیار ہو گیا، اور ابھی صرف لفظ ''واللہ'' زبان سے نکالا تھا کہ امام ابوحنیفہ نے گھبرا کر روک دیا، اور جیب سے روپے نکال کر مدعی کو دیئے اور فرمایا یہ اپنا قرض لو اور ایک مسلمان سے قسم مت کھلواؤ۔

اس واقعہ نے امام صاحب کو بہت متاثر کیا، عدالت سے اُٹھے اور سیدھے منصور کے

پاس آئے اور کہا مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ منصور کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اور انہوں نے اسی وقت آپ کو قید خانے بھجوا دیا۔

قید خانے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کچھ دن تو خاموش رہے مگر درس و تدریس کے شائق کب تک اس طرح زندگی گزارتے، آخر ایک دن آپ نے منصور سے درخواست کی کہ "مجھے سلسلہ درس جاری رکھنے کی اجازت دی جائے؟" منصور نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور اب نظر بندی کے ساتھ ساتھ سلسلۂ درس و تدریس بھی جاری رہنے لگا۔

امام ابو حنیفہ کی نظر بندی کا سلسلہ ۱۴۶ھ سے ۱۵۰ھ تک چلتا رہا۔ منصور نے امام صاحب کے ادب و احترام کو تو بہت ملحوظ رکھا، مگر قید خانے سے باہر نہیں ہونے دیا۔

بغداد دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے مختلف علوم و فنون کا مرکز بن گیا تھا۔ ہر طرف سے طالبانِ علم و فن یہاں آتے اور اکتسابِ علم میں مشغول رہتے تھے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی بہت کچھ شہرت حاصل کر چکے تھے نظر بندی نے ان کی مقبولیت اور اثر کو اور زیادہ کر دیا۔ امام محمد نے جو فقہ حنفی کے دست و بازو ہیں، قید خانہ ہی میں امام صاحب سے تعلیم حاصل کی تھی۔

وفات:

عام طور پر مؤرخین نے لکھا ہے کہ منصور کو امام صاحب کی طرف سے جو خطرات پیدا ہو چکے تھے وہ بدستور باقی تھے، وہ جانتا تھا کہ اگر کسی وقت ان کو رہائی ملی تو یہ ضرور باغیوں کی حمایت کریں گے۔ یہ ایک ایسی خلش تھی کہ جس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ آخر تنگ آ کر رجب ۱۵۰ھ میں منصور نے زہر دلوا دیا۔

امام صاحب نے زہر کے اثر کو محسوس کیا اور شاگردوں کو وصیت کی کہ مجھے خیزران کے مقبرہ میں دفن کیا جائے۔ پھر سجدے میں گئے اور اسی حالت میں انتقال کر گئے۔ تاریخ انتقال ۱۵ر رجب ۱۵۰ھ ہے۔

امام صاحب کے انتقال کی خبر بہت جلد تمام شہر میں پھیل گئی اور مسلمان تجہیز و تکفین میں شریک ہونے کے لئے جمع ہونے لگے۔

☆العادۃ محکمۃ ☆ عادت کو حکم بنایا گیا ہے یعنی فیصلہ عرف کے مطابق ہوگا

قاضی شہر حسن بن عمارہ نے غسل دیا اور کفن پہنایا ظہر سے پہلے نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ پچاس ہزار سے زائد مسلمان شریک تھے۔ آنے والوں کا سلسلہ برابر جاری تھا، اس لئے ۶ مرتبہ نماز پڑھی گئی اور عصر کے وقت دفن کیا گیا۔

کہتے ہیں کہ دفن کے بعد بھی ۲۰ دن تک لوگ قبر پر نماز ادا کرتے رہے۔

کافی دنوں تک آپ کا مزار کھلا پڑا رہا اور کثرت سے لوگ فاتحہ خوانی کیلئے جاتے رہے۔

۴۵۹ھ میں سلطان سلجوقی نے جن کو امام صاحب سے بڑی عقیدت تھی، آپ کی قبر پر قبہ تعمیر کرایا اور اس کے قریب ایک شاندار عمارت مدرسہ کے لئے بنوائی اور ایک مسافر خانہ بھی بنایا جس میں قیام کرنے والوں کو کھانا بھی دیا جاتا تھا۔ آج بھی بغداد میں دسرے متبرک مقامات کے ساتھ امام صاحب کے مقبرے کو بھی بہت عقیدت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔

اولاد:

امام ابوحنیفہ کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے تھے، جن کا نام انہوں نے اپنے استاد کے نام پر حماد رکھا تھا، جناب حماد نے تمام علوم اپنے والد سے حاصل کئے تھے بہت بڑے عالم، زاہد اور پرہیز گار تھے۔ تمام زندگی علمی مشاغل کے ساتھ تجارت کرنے میں گزار دی، کبھی کسی کی نوکری نہیں کی اور نہ کسی شاہی دربار سے تعلق پیدا کیا۔ آپ نے ذیقعدہ ۱۷۶ھ میں انتقال فرمایا اور کوفہ میں دفن ہوئے۔

اخلاق و عادات:

بزرگوں کے حالات زندگی لکھنے کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ان کے اخلاق اور مذہبی خوبیوں کو نمایاں طور پر ظاہر کیا جائے تا کہ قوم اسلاف کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی زندگی کو صحیح راہِ عمل پر گامزن کر سکے۔

امام صاحب کی مذہبی اور اخلاقی زندگی کی تصویر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ذات میں وہ تمام محاسن بدرجہ اتم موجود تھے جو ایک اعلیٰ کردار کے انسان میں ہونا چاہئیں۔

زیرِ نظر سطور میں امام صاحب کے اخلاق و عادات کا ایک اجمالی نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے جسے پڑھ کر آپ ان کی پاکیزہ زندگی سے صحیح طور پر واقف ہو سکیں گے۔

☆ ماجاز لعذر بطل بزوالہ ☆ جس کا استعمال عذر کی وجہ سے جائز ہو عذر ختم ہوتے ہی جواز بھی ختم ہو جائے گا

عبادت:

امام ابوحنیفہ بہت بڑے عابد اور پرہیزگار تھے۔ جتنی دیر فرض نماز یا نوافل پڑھتے رہتے تھے، طبیعت پر رقت طاری رہتی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔ کبھی تلاوت قرآن سنتے وقت یا خود تلاوت کرتے وقت آنسو نکل آتے اور دیر تک روتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ نماز میں شریک تھے، امام نے جب اس آیت کو تلاوت کیا وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہُ غَافِلاً عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰالِمُوْنَ ٥ یعنی ''خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہیں سمجھنا چاہئے''۔ امام ابوحنیفہ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ حالتِ نماز میں تمام بدن کانپنے لگا۔

ایک مرتبہ کوفہ میں عشاء کی نماز میں امام مسجد نے اِذَا زُلْزِلَتِ کی سورت پڑھی تو امام ابوحنیفہ کی حالت اس درجہ متغیر ہوئی کہ نماز کے بعد بھی دیر تک بیٹھے ہوئے ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھرتے رہے اور زبان سے کہتے رہے۔ ''اے وہ اللہ! جو ذرہ ذرہ نیکی اور بدی کا حساب لے گا، اپنے غلام نعمان کو آگ سے بچانا۔''

امام صاحب کی عادت تھی کہ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر کچھ دیر وظیفہ پڑھتے، پھر مسائل پوچھنے والوں کو جواب دیتے۔ ظہر کے بعد گھر تشریف لے جاتے، کھانے سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے۔ عصر کے بعد سے مغرب تک لوگوں سے ملاقات کرتے اور کہیں آنے جانے کا کام ہوتا تو تشریف لے جاتے۔

ہر روز کا معمول تھا کہ مغرب سے عشاء تک درس کا سلسلہ جاری رکھتے۔ عشاء کے بعد اکثر مسجد میں سو جاتے اور جب بیدار ہوتے تو صبح تک تہجد اور دوسرے اوراد و وظائف میں مصروف رہتے۔

تجارت اور سخاوت:

امام صاحب کو تجارت باپ دادا سے ورثہ میں ملی تھی اور پھر خود بھی اس میدان میں بڑی واقفیت اور تجربہ رکھتے تھے، کوفہ میں بہت بڑا کپڑا بنانے کا کارخانہ تھا۔ لاکھوں روپے کا روزانہ لین دین ہوا کرتا تھا۔

اکثر شہروں میں ایجنٹ مقرر تھے جو سوداگروں کو مال پہنچایا کرتے تھے اتنے بڑے کاروبار

میں دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ اس بات کا بے حد خیال رہتا تھا کہ ایک پیسہ بھی ناجائز طریقے پر نہ آنے پائے۔ تمام کام کرنے والوں کو اس بات کی سخت ہدایت تھی کہ کپڑے کے وہ تھان جن میں کچھ عیب ہو علیحدہ رکھو، اور خریدار کو ان عیوب سے مطلع کر دیا کرو۔

ایک مرتبہ ایک ملازم حفص ابن عبدالرحمٰن نے کپڑے کے کچھ تھان فروخت کیے۔ مگر خریدار کو ان کے عیب سے مطلع کرنا بھول گئے۔ امام صاحب کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو بہت افسوس کیا اور تمام تھانوں کی قیمت خیرات کر دی۔

اسی طرح کسی دوسرے کا مال خریدنے میں بھی آپ اس بات کا بہت خیال رکھتے تھے کہ بیچنے والے کو نقصان نہ پہنچے۔ ایک مرتبہ دکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آئی اور ایک ریشم کا تھان دے کر کہا کہ اس کو فروخت کرنا ہے۔ آپ نے قیمت پوچھی، تو کہنے لگی، سو روپے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا، جو قیمت تم بتاتی ہو وہ بہت کم ہے۔ عورت نے کہا، تو پھر آپ ہی سمجھ کر دے دیجئے۔ فرمانے لگے تھان ۵۰۰ روپے کا ہے اور یہ کہہ کر ۵۰۰ روپے اس کو دے دیئے۔ عورت تعجب کرتی ہوئی اور ہنستی ہوئی چلی گئی۔ دولت کی اس فراوانی کے ساتھ خدا نے دل بھی آپ کو بہت فیاض عطا کیا تھا، تجارت اور اکتسابِ دولت سے آپ کی غرض زندگی کو عیش وعشرت سے گزارنا، اور سرمایہ کو جمع کر کے ناجائز طور پر خرچ کرنا نہیں تھا بلکہ آپ چاہتے تھے کہ پیسے کو عوام کے فائدے اور ضرورت مند لوگوں کی حاجت براری پر خرچ کیا جائے۔

چنانچہ بہت سے غریب اور نادار طلباء کے وظائف مقرر تھے تاکہ وہ اطمینان سے علم کی تکمیل کر سکیں۔ بہت سے علماء اور محدثین کے لئے اپنی تجارت میں ان کے نام کا ایک حصہ مخصوص کر دیا تھا اور اختتام سال پر جو نفع ہوتا وہ ان کی خدمت میں رازدارانہ طریقے پر پہنچا دیا جاتا تھا۔ جب کوئی نئی یا اچھی چیز بازار میں آتی، تو اتنی زیادہ خریدتے کہ اپنے گھر والوں کے علاوہ طلباء، علماء اور غریب دوست احباب کے گھر پر بھیجتے۔ جب کوئی ملنے آتا اور ظاہری حالات کے لحاظ سے ضرورت مند معلوم ہوتا تو چلتے وقت کچھ اس کی نذر کرتے۔

تمام ملنے والوں سے فرمایا کرتے، اگر کبھی کوئی حاجت ہو تو وہ بلاتکلف بیان کر دیا کریں۔ قاضی ابو یوسف امام صاحب ہی کی کفالت کی بدولت علم کے اتنے بڑے مرتبہ پر پہنچ گئے۔

ایک مرتبہ کسی بیمار کو دیکھنے جا رہے تھے، راستہ میں ایک شخص نے جو امام صاحب کا

☆ ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ ☆ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ ☆

مقروض تھا، دور سے آپ کو آتے ہوئے دیکھا، تو جلدی سے راستہ بدل کر جانے لگا آپ نے فوراً آواز دی اور قریب پہنچ کر فرمایا، بھائی! تم نے مجھے دیکھ کر راستہ کیوں بدل دیا تھا؟ اس نے جواب دیا آپ کا دس ہزار کا مقروض ہوں، ابھی تک ادا نہیں کر سکا اس لئے سامنے آتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ امام صاحب پر اس کی اس بات کا بہت اثر ہوا، اور فرمایا جاؤ میں نے سب معاف کر دیا۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ ملنے آئے، ان میں ایک شخص ظاہری صورت سے غریب معلوم ہوتا تھا۔ جب سب جانے لگے، تو آپ نے اس شخص سے فرمایا، ذرا ٹھہر جاؤ۔ پھر ایک ہزار کی تھیلی دینے لگے۔ اس نے عرض کیا، حضرت! میں دولت مند ہوں۔ مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ ''تو پھر تم نے صورت ایسی کیوں بنائی ہے جو دوسروں کو تمہارے غریب ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔''

والدہ کی اطاعت اور خدمت:

امام صاحب کو اپنی والدہ کا بہت خیال رہتا تھا۔ چنانچہ ان کی تمام ضروریاتِ زندگی خود اپنے ہاتھ سے خرید کر لاتے اور پیش کرتے، اگر چہ ان کی خدمت کے لئے خدام موجود تھے مگر آپ پھر بھی کبھی غافل نہیں رہتے تھے اور برابر خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے نعمان حاضر ہے جب کبھی باہر جانے کا اتفاق ہوتا تو والدہ سے اجازت لیتے اور بغیر حکم کے کبھی نہ جاتے۔

والدہ کو بھی اپنے بلند مرتبہ بیٹے سے بے انتہا محبت تھی۔ کبھی گھر میں دیر ہوتی تو آدمی کو بھیجتیں کہ معلوم کرو، کیوں دیر لگی ہے؟

امام صاحب کی والدہ کو کوفہ کے مشہور عالم عمرو ابن ذرقہ رحمۃ اللہ علیہ سے خاص عقیدت تھی، جب کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا، تو فرماتیں، نعمان! ذرا عمرو ابن ذرقہ سے یہ پوچھ آؤ۔ امام صاحب فوراً جاتے اور مسئلہ پوچھتے۔ عمرو کہتے، بھلا میں آپ کے سامنے کیا زبان کھول سکتا ہوں۔ امام صاحب جواب دیتے، والدہ کا یہی حکم ہے۔

کبھی خود بھی جاتی تھیں، اور مسئلہ پوچھ کر آتی تھیں، ایک مرتبہ اپنے بیٹے سے مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے جواب دیا تو کہنے لگیں، تمہاری بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی، چلو ذرقہ سے تصدیق کروں گی۔ امام ابو حنیفہ لے کر گئے اور مسئلہ بیان کیا اور ذرقہ نے وہی جواب دیا جو امام صاحب دے چکے تھے۔ والدہ کو تسکین ہو گئی۔

ابن ہبیرہ نے جب امام صاحب کو بلا کر میر منشی مقرر کرنا چاہا، اور پھر انکار کرنے کے جرم میں درّے لگوائے اس وقت امام صاحب کی والدہ زندہ تھیں۔ ان کو نہایت صدمہ ہوا۔ امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اپنی تکلیف کا چنداں خیال نہ تھا۔ البتہ یہ رنج ہوتا تھا کہ میری تکلیف کی وجہ سے والدہ کو صدمہ پہنچتا ہے۔

امام صاحب کے شاگردِ رشید قاضی ابو یوسف سے ایک مرتبہ ہارون رشید نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے کچھ اوصاف بیان کرو۔ قاضی صاحب نے امام صاحب کے اخلاق و عادات پر ایک مختصر مگر جامع تقریر کی، جو حسب ذیل ہے:

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بہت بااخلاق اور پرہیز گار بزرگ تھے، اوقات درس کے علاوہ زیادہ وقت خاموش رہتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی گہرے غور وفکر میں مصروف ہیں۔ اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا، تو اس کا جواب دے دیتے۔ ورنہ خاموش رہتے۔ نہایت سخی اور فیاض تھے، کبھی کسی کے آگے کوئی حاجت نہیں لے گئے۔ اہلِ دنیا سے حتی الامکان بچتے تھے اور دنیاوی جاہ وعزت کو حقیر سمجھتے تھے۔ کبھی کسی کے لئے کوئی برائی نہیں سنی، اگر ذکر آتا تو بھلائی سے یاد کرتے تھے۔ بہت بڑے عالم اور مال کی طرح علم کے خرچ کرنے میں فیاض تھے۔

لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے، ان کی خرابیوں پر کبھی نظر نہیں ڈالتے بلکہ اپنی طرف سے بھلائی کرنے کی ہر ممکن کوشش فرماتے۔ کسی کو پریشان نہیں دیکھ سکتے تھے۔ بیماری یا کسی دوسری مصیبت کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے، کسی نے آ کر کہا۔ "فلاں شخص مکان کی چھت پر سے گر پڑا ہے۔" امام صاحب پر اس جملہ نے اتنا اثر کیا کہ منہ سے چیخ نکل گئی، پھر اسی وقت اس کے گھر تشریف لے گئے اور اظہارِ ہمدردی فرمایا۔ جب تک وہ اچھا نہیں ہوا، روزانہ صبح کو اس کو دیکھنے کے لئے تشریف لے جاتے۔ خود اپنی ذات پر کوئی مصیبت آ جاتی، تو بڑے استقلال سے برداشت کرتے اور کبھی کوئی جملہ زبان سے ایسا نہیں نکالتے، جس سے ذرہ برابر بے چینی کا اظہار ہوتا ہو۔

اسی طرح کسی دوسرے کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچائی جاتی، تو اسے بھی معاف کرتے اور کبھی کوئی جذبۂ انتقام دل میں پیدا نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا، حضرت! لوگ آپ کی شان میں بہت کچھ گستاخیاں کرتے ہیں، مگر آپ کی زبان سے میں نے کبھی کسی کے لئے کوئی برائی نہیں سنی، فرمایا۔ "ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء."

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا، ہم نے کبھی امام ابوحنیفہ کو کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا۔ سفیان ثوری نے جواب دیا۔ امام ابوحنیفہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنے اعمال صالح کو کسی کی غیبت کر کے برباد کرلیں۔

ناصحانہ اقوال:

۱۔ جس وقت اذان کی آواز آئے، فوراً نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔

۲۔ روزہ اور تلاوت قرآن کی عادت ڈالو۔

۳۔ کبھی کبھی قبرستان کی طرف نکل جایا کرو۔

۴۔ لہو ولعب سے پرہیز کیا کرو۔

۵۔ پڑوسی کی کوئی برائی دیکھو تو پردہ پوشی کرو۔

۶۔ تقویٰ اور امانت کو فراموش مت کرو۔

۷۔ جس خدمت کے انجام دینے کی قابلیت نہ ہو، اسے ہرگز مت قبول کرو۔

۸۔ اگر کوئی شخص شریعت میں کسی بدعت کا موجد ہو، تو اس کی غلطی کا اعلانیہ اظہار کرو، تاکہ عوام کو اس کی تقلید کی جرأت نہ ہو سکے۔ تحصیلِ علم کو سب پر مقدم رکھو۔

۹۔ جو آدمی کوئی بات پوچھے تو صرف سوال کا جواب دے دو اپنی طرف سے کچھ اضافہ مت کرو۔

۱۰۔ شاگردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ دیکھنے والے ان کو تمہاری اولاد خیال کریں۔

۱۱۔ جو بات کہو خوب سوچ سمجھ کر کہو، اور وہی کہو جس کا کافی ثبوت دے سکو۔

۱۲۔ جو کام کرو اطمینان اور وقار کے ساتھ کرو۔

۱۳۔ جس شخص کو علم نے بھی برائیوں سے نہیں روکا اس سے زیادہ زیاں کار کوئی نہیں ہے۔

۱۴۔ اگر علماء خدا کے دوست نہیں تو عالم میں خدا کا کوئی دوست نہیں۔

۱۵۔ جو شخص علم کو دنیا کے لئے سیکھتا ہے، علم اس کے دل میں نہیں ٹھہرتا۔

۱۶۔ جو شخص علم کا مذاق نہیں رکھتا، اس کے سامنے علمی گفتگو مت کرو۔

۱۷۔ علم سکھانے میں سعی و سفارش کا کام نہیں بلکہ علماء کا فرض ہے کہ انہیں جو کچھ آتا ہے دوسروں کو سکھلائیں، علم کے دربار میں خاص و عام کی کوئی تفریق نہیں۔

۱۸۔ اگر روٹی کا ایک ٹکڑا، اور معمولی کپڑا امن و عافیت سے ملتا رہے، تو اس عیش سے بہتر ہے جس کے بعد ندامت اُٹھانی پڑے۔

فقہ حنفی کی تدوین:

امام ابو حنیفہ نے اپنے استاد جناب حماد کی زندگی میں ہی درجہ اجتہاد حاصل کر لیا تھا، اور قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے میں کافی مہارت حاصل ہو چکی تھی۔ مگر آپ اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ استاد کی حیات میں اپنے اجتہادی مسائل کو فروغ دیں اور اپنی علیحدہ کوئی درسگاہ قائم کریں۔

استاد کے انتقال کے بعد جب اہلِ کوفہ نے آپ کو استاد کی مسند پر بٹھایا، اور پھر درس و تدریس کا سلسلہ زور و شور سے شروع ہوا، اس وقت آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کی روزمرہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسائل قرآن و حدیث سے نکال کر جمع کئے جائیں تاکہ بروقت کسی مسئلہ کو قرآن و حدیث میں تلاش کرنے پر جو دشواریاں پیش آتی ہیں، دور ہو جائیں۔

یہ کام آسان نہیں تھا، اس کیلئے بڑے علم اور سمجھ والے آدمی کی ضرورت تھی۔ امام ابو حنیفہ میں قدرت نے وہ تمام خوبیاں جمع کر دی تھیں جو ایسے اہم کام کی تکمیل کے لئے ضروری تھیں۔

مسائل فقہ کا وجود امام صاحب کے زمانے سے پہلے بھی پایا جاتا تھا، اور صحابۂ کرام میں کچھ ایسے حضرات موجود تھے جو قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ جیسے حضرت علی، حضرت عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم۔ ان حضرات میں اگرچہ فقیہہ تو سب ہی تھے، مگر حضرت علی کا ملکۂ استخراج مسائل اتنا بڑھا ہوا تھا کہ باقی تینوں حضرات کو بھی اس کا اعتراف تھا۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا ایسا نہ کرے کہ کوئی مشکل مسئلہ آ جائے

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

اور جناب علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں۔ اسی طرح عبداللہ ابن عباس کا قول تھا کہ جب ہم کو حضرت علی کا فتویٰ مل جائے تو پھر کسی کی حاجت باقی نہیں رہتی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے زمانے تک بہت سے مسائل قرآن و حدیث سے استنباط کئے جا چکے تھے اور ہر جگہ مسلمان اُن پر عمل کر رہے تھے، ان مسائل کے استنباط کا شرف انہیں صحابہؓ کرام کو حاصل تھا، جن کے نام اوپر بیان کئے جا چکے ہیں۔ لیکن تمام مسائل زبانی طور پر چل رہے تھے۔ ترتیب و تحریر کا کوئی سلسلہ ابھی تک قائم نہیں ہوا تھا۔ امام صاحب نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا اور فقہی مسائل کے استنباط اور ان کی ترتیب و تحریر پر اپنی پوری توجہ مبذول کر دی۔

یہ کام ملک و قوم کے لئے جتنا ضروری تھا، اس سے کہیں زیادہ مشکل بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ تنہا امام صاحب کی ذات جن کو درس و تدریس کے علاوہ اپنی تجارت کی طرف بھی توجہ کرنی پڑتی تھی۔ اتنے بڑے کام کو انجام نہیں دے سکتے تھے۔ دوسرے آپ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ صرف اپنی ذاتی رائے اور معلومات پر بھروسہ کر کے اس کام کو انجام دے لیا جائے۔

اس لئے امام ابوحنیفہ نے اپنے شاگردوں پر نظر ڈالی اور چند خاص لوگوں کا انتخاب کیا، جن میں قاضی ابو یوسف، داؤد طائی، امام محمد اور امام زفر بہت ممتاز ہیں۔

یہ تھی وہ مجلس جو مسائل کے استنباط اور فقہ کی تدوین کے لئے امام صاحب نے مرتب فرمائی۔ اس مجلس نے ۱۲۱ھ سے اپنا کام شروع کیا، اور امام صاحب کی وفات ۱۵۰ھ تک جاری رکھا۔ امام ابوحنیفہ کی آخری عمر قید خانہ میں گزری۔ وہاں بھی یہ کام جاری تھا۔ غرض یہ کہ کم و بیش ۳۰ سال کی مدت میں یہ عظیم الشان کام انجام کو پہنچا اور مسائل فقہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کر لیا گیا جس میں باب الطہارت سے لے کر باب المیراث تک کے تمام مسائل موجود تھے۔

فقہ حنفی کا رواج:

امام صاحب کے زمانہ حیات ہی میں فقہ حنفی کو عام مقبولیت حاصل ہو چکی تھی، کیونکہ جو مسائل نکلتے جاتے تھے ان کی اشاعت بھی ساتھ ہی ساتھ ملک میں ہوتی رہتی تھی۔ لہٰذا مکہ اور مدینہ کے علاوہ تمام اسلامی ممالک میں امام ابوحنیفہ کے اجتہادی مسائل کا عام رواج ہو گیا۔

امام صاحب کے زمانۂ حیات میں فقہ حنفی کا مجموعہ تیار ہو چکا تھا۔ اس میں مسائل

عبادات کے علاوہ دیوانی، فوجداری، تعزیرات، لگان، مالگذاری، شہادت، معاہدہ، وراثت، وصیت اور بہت سے قوانین موجود تھے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس مجموعہ کی تعداد ۱۲ لاکھ سے زیادہ تھی، ہارون الرشید کی وسیع حکومت جو سندھ سے ایشیائے کوچک تک پھیلی ہوئی تھی، انہیں اصول پر قائم تھی۔ اور اس زمانہ کے تمام مقدمات انہیں مسائل کو سامنے رکھ کر فیصل کئے جاتے تھے۔

عرب میں اور خصوصاً مکہ اور مدینہ طیبہ میں امام ابو حنیفہ کے فقہی مسائل بہت کم رواج پا سکے، اس کی وجہ یہ تھی کہ امام مالک، امام شافعی، امام حنبل اور دوسرے مجتہدین وائمہ موجود تھے۔ مگر پھر بھی تمام ممالک اسلامیہ میں امام ابو حنیفہ کے فقہ کو جو ترقی حاصل ہوئی، وہ دوسرے ائمہ کو حاصل نہیں ہو سکی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ فقہ حنفی ضروریاتِ انسانی کے لئے بہت مناسب اور موزوں واقع ہوا تھا چنانچہ چند خاص خاص شاگردوں نے فقہ حنفی کو اتنا مضبوط اور مقبول بنا دیا کہ ہارون رشید سے لے کر آخر زمانہ تک اکثر سلاطین وبادشاہ حنفی مسلک کے حامی تھے۔

مجلّہ فقہ اسلامی : کفالت اسکیم

مجلّہ فقہ اسلامی کے اعزازی طلب گاروں کی طرف سے مسلسل خطوط موصول ہوتے رہتے ہیں، ہم پہلے ہی ہر ماہ ۵۰۰ نسخے علماء کرام اور مختلف اداروں کو اعزازی ارسال کرتے ہیں مزید اعزازی رکنیت کی گنجائش نہیں تاہم ہم نے ایک کفالت اسکیم کا آغاز کیا ہے جس کے ذریعہ ممکن ہے بہت سے لوگوں کی مدد ہو سکے۔ اس اسکیم کے مطابق آئیندہ اعزازی طلبگاروں کے نام پتے مجلّہ میں شائع کئے جائیں گے اور اصحابِ خیر کو دعوت دی جائے گی کہ وہ ان میں سے جس کی چاہیں کفالت قبول فرمالیں۔ یعنی ان کی طرف سے رکنیت فیس جمع کرا دیں تو مجلّہ ان کے نام جاری کر دیا جائے گا۔

سرِ دست مندرجہ ذیل افراد واداروں کو مجلّہ فقہ اسلامی اعزازی طور پر درکار ہے اگر کوئی صاحبِ خیر ان کا سالانہ زرِ اعانت / ممبر شپ فیس ادا کر کے ان کی کفالت اور صدقہ جاریہ کا ثواب لینا چاہیں تو ان کی طرف سے ایک دو یا سب کی ممبر شپ فیس ارسال فرمائیں ہم مجلّہ ان کے نام جاری کر دیں گے۔

انوارِ باہو لائبریری، اندرون بھاٹی گیٹ لاہور۔ الرضا لائبریری، کالونی نمبر ۱، خانیوال

جناب مولانا محمد یونس بھٹی صاحب امام مسجد زرگرانوالی، کالاباغ ضلع میانوالی۔

اسلامک لائبریری، کلورکوٹ۔ ضلع بھکر۔ مدرسہ انوار رضا تعلیم القرآن، شہداد پور۔

☆ اذا تعارض الحقوق قدم منها المضيّق ☆